Fikr-o-Nasar (Islamabad) 17:12 (1980)

اقبال اور عبادات و شعائر اسلامی

ڈاکٹر محمد ریاض

ایک مفکر کی ہر بات میں نکتہ ہوتا ہے۔ حکیم کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔ علامہ اقبال کی نثر و نظم ان کے غور و فکر کی عکاس ہے۔ انہوں نے بعض معمولی واقعات سے وہ تاثرات لیے، جو ان کی فکر بکر کو خراج تحسین پیش کرنے پر ہمیں مجبور کرتے ہیں۔ مگر جیسا کہ خود انہوں نے متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا، دین اسلام اور اس کے متعلقات پر ان کی توجہ زیادہ مرکوز رہی ہے۔ تصانیف اقبال بنیادی طور پر دینی تصانیف ہیں اور مضمرات دین پر جو کچھ علامہ مرحوم نے لکھا، اسے مفصل مقالوں بلکہ کتابوں میں پیش کرنے کی ضرورت ہے، سردست میں یہاں اشعار اقبال کے حوالے سے اسلامی شعائر و عبادات کے سلسلے میں شاعر اسلام کی بعض نکتہ آفرینیوں کی طرف اشارہ کروں گا۔

ارکانِ اسلام

ارکان اسلام کا رکن رکین عقیدہ توحید ہے۔ اقبال نے توحید اور اس کے متعلقات پر بہت لکھا ہے۔ مثنوی اسرار خودی میں مراحلِ تربیتِ خودی سے بحث کرتے ہوئے انہوں نے ارکان اسلام کا بالاجمال ذکر کیا اور ان کی حکمت سمجھائی ہے۔ "توحید" کی بڑی منفعت یہ ہے کہ موحد ماسوا اللہ سے خائف نہیں ہوتا اور خدائے واحد کو کائنات کے جملہ امور میں حاکم علی الاطلاق ماننے والے کی گردن کسی دوسرے کے آگے خم نہیں ہو سکتی۔ مثنوی رموز بیخودی میں اقبال نے توحید کے مضمرات کو کئی ابواب میں اجاگر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تصور توحید کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان زندگی کے جملہ شئون و احوال میں خدائے واحد

کی کارسازی کے جلوؤں پر متوجہ رہیں اور ناامیدی، رنج والم اور خوف کو اپنے حریم دل کے قریب نہ پھٹکنے دیں۔ مگر توحید کی غایت اولیٰ مسلمانوں کے حوالے سے وہ یہ بتاتے ہیں کہ اس حامل توحید ملت کے فکر و عمل میں مکمل طور پر یگانگت رہے۔ اقبال نے اس آخری بات کو کئی جگہوں پر مثالوں کے ذریعے سمجھایا ہے۔ یہاں ضرب کلیم کا قطعہ "توحید" نقل کر دینا کافی ہو گا۔

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی — آج کیا ہے؟ فقط اک مسئلہ علم کلام
روشن اس ضو سے اگر ظلمت کردار نہ ہو — خود مسلماں سے ہے پوشیدہ مسلماں کا مقام
میں نے اے میر سپہ، تیری سپہ دیکھی ہے — قل ھو اللہ کی شمشیر سے خالی ہیں نیام
آہ، اس راز سے واقف ہے نہ ملا نہ فقیہ — وحدت افکار کی بے وحدت کردار ہے خام
قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے؟ — اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

نبوت بالخصوص ختم نبوت کی بھی اقبال نے ایک غایت اولیٰ یہی بتائی ہے کہ اس کے ذریعے ملت متحد و منظم رہتی ہے۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، توحید و رسالت دونوں کا مظہر ہے۔ اقبال نے "لا" اور "الا" یا "لا الہ الا اللہ" کی رموز کے ذریعے بھی توحید کے محتویات واضح کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ ایک بہت بڑا نعرہ انقلاب ہے اور اس کے ذریعے قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے محیر العقول کارنامے انجام دیئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ لا الہ منفی اور انقلابی رویہ ہے جبکہ الا اللہ مثبت رویہ اور اطاعت وحدہ لاشریک کا اعلان ہے۔ الا اللہ کے بغیر کوئی مدنیت اور نظریہ حیات پائدار نہیں رہ سکتا۔

تا نہ رمز لا الہ آید بدست — بند غیر اللہ را نتواں شکست
پیش غیر اللہ لا گفتن حیات — تازہ از ہنگامہ او کائنات
در مقام لا نیاساید حیات — سوی الا می خرامد کائنات[1]

نماز اور اس کے متعلقات:۔

عبادات اسلامی میں نماز کی ایک خاص اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نماز انسان کو بے حیائی کے کاموں، منکرات اور گناہوں سے (قرآن مجید آیہ ۴۵ سورہ ۲۹) روکتی ہے۔ احادیث

رسول میں نماز کو مومنوں کی معراج اور حج اصغر (عمرہ) کہا گیا ہے۔ نماز کی کئی اقسام اور کئی نام ہیں اور اس کے ذریعے صاحبان دل جذب و مستی اور استغراق کی دولت سے مالامال ہوتے رہے ہیں۔ اقبال نے نماز کے ان جملہ فوائد پر لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ توحید کی طرح یہ بھی خدائے واحد کے ساتھ تمسک اور غیر معمولی وابستگی اختیار کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ حقیقی نماز گزار وہ ہے جو صوری اور معنوی طور پر ذات احد کے رو برو ہی گردن خم کرے اور ماسوا اللہ سے بے نیاز رہے۔

بدل کے بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں — اگرچہ پیر ہے آدم، جواں ہیں لات و منات
یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے — ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات [۲]

بے روح نمازوں کے بارے میں اقبال کے انتقادات اُردو اور فارسی کے شعراء کی اس چھیڑ چھاڑ سے شبیہ نہیں جو وہ عابدوں اور زاہدوں کے ساتھ روا رکھتے رہے ہیں۔ اقبال کے انتقادات بڑے برمحل اور معنی خیز ہیں مثلاً:

سجدہ تو بر آورد از دل کافراں خروش — ای کہ دراز ترکنی پیش کساں نماز را
سطوت توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی — وہ نمازیں ہند میں نذر برہمن ہو گئیں

دل ہے مسلماں تیرا نہ میرا — تو بھی نمازی، میں بھی نمازی
رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے — وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج — یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

در بدن داری اگر سوز حیات — ہست معراجِ مسلماں در صلوٰت
مثال ماہ چمکتا تھا جن کا داغ سجود — خریدلی ہے فرنگ نے وہ مسلمانی
ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت — ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد
خدا نصیب کرے ہند کے اماموں کو — وہ سجدہ جس میں ہے ملت کی زندگی کا پیام

دہلی میں قطب مینار کے پاس ہی "مسجد قوت الاسلام" واقع ہے۔ یہ مسجد اس وقت ویراں اور کس مپرسی کے عالم میں ہے مگر اس کی ساخت سے اب بھی قوت و شکوہ مستظہر ہے۔ اس مسجد کے بارے میں اپنے ایک قطعے میں اقبال نے نماز پر شکوہ کے متعلق اپنا معیار پیش کیا ہے۔

ہے مرے سینۂ بے نور میں اب کیا باقی | لا الٰہ مردہ و افسردہ و بے ذوق نمود
چشم فطرت بھی نہ پہچان سکے گی مجھ کو | کہ ایازی سے دگرگوں ہے مقام محمود
کیوں مسلماں نہ خجل ہو تری سنگینی سے | کہ غلامی سے ہوا مثل زجاج اس کا وجود
ہے تری شان کے شایاں اسی مومن کی نماز | جس کی تکبیر میں ہو معرکۂ بود و نبود
اب کہاں میرے نفس میں وہ حرارت، وہ گداز | بے تب و تاب دروں میری صلوٰۃ اور درود
ہے مری بانگ اذاں میں نہ بلندی نہ شکوہ | کیا گوارا ہے تجھے ایسے مسلماں کا سجود؟(۳)

اقبال نے غلاموں کی غیر منظم اور بے روح و شکوہ نمازوں پر اسی طرح غیر معمولی رقت بار انتقادات کئے ہیں مثلاً حضور رسالت مآبؐ عرض کرتے ہیں:

دگرگوں کشور ہندوستان است | دگرگوں آں زمین و آسمان است
مجو از ما نماز پنجگانہ | غلاماں را صف آرائی گران است(۴)

کلمات و حرکات نماز

نماز سے مربوط کلمات اور بعض حرکات و سکنات نماز بھی اشعار اقبال میں معنی خیز انداز میں بیان ہوئی ہیں۔ راقم یہاں وضو، اذان، اقامت، قیام و سجود اور سبحان ربی الاعلیٰ کے کلمات کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

وضو پاکیزگی اور طہارت کا مظہر ہے۔ بندہ اپنے خالق کے حضور سجدہ ریز ہونے کی خاطر پہلے پاکیزگی اور طہارت کا اہتمام کرتا ہے اور صوفیا نے وضو کے آداب و ارکان کی بڑی دلپذیر توجیہات بیان کی ہیں۔ اقبال البتہ اپنی مخصوص اصطلاحات سے استفادہ کرتے ہوئے "خون جگر" اور "اشک سحرگاہی" سے وضو کرنے کا ذکر کرتے ہیں۔ اس قبیل کی دیگر مؤثر تعبیرات کلام اقبال میں فراوانی کے ساتھ موجود ہیں۔ اذانِ نماز کا

ذکر البتہ ان کے ہاں زیادہ متنوع انداز میں ملتا ہے۔

اذان کے سارے کلمات مہتم بالشان ہیں۔ ان کلمات میں توحید و رسالت محمدیؐ کا اقرار ہے اور نماز کی پُر فلاح و نجات حیثیت کا ذکر۔ مگر اقبال گویا تکبیر "اللہ اکبر" پر زیادہ متوجہ ہے ہیں۔ اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) کے ذریعے اس حقیقت کبریٰ کا اظہار ہوتا ہے کہ حقیقی عظمت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ہر کہ و مہ کو اس کے آگے سر خم کرنا چاہیئے"(۶) اقبال کے نزدیک نعرہ تکبیر میں جملہ اسرار باری تعالیٰ مضمر ہیں۔

گفتند لب بہ بند و ز اسرار ما مگو — گفتم کہ خیر نعرہ تکبیرم آرزو ست"(۷)

یہ اسرار کیا ہیں ؟ رموز کبریائی ہیں۔ اذان خدائی کبریائی کا اعلام ہے اور حضرت محمدؐ کی آخر الزمان نبوت کا بھی۔ ساتھ ساتھ موذن یہ دعوت بھی دیتا ہے کہ ادائے نماز کے ذریعے خدا اور رسول کے مطیع بننے کا ثبوت مہیا کرو اور نجات و رستگاری کے طلب گار بنو۔ ان ہی محتویات کے پیش نظر اقبال نے "اذان" کے عنوان سے یہ ایمان افروز قطعہ لکھا ہے :-

اک رات ستاروں سے کہا نجم سحر نے — آدم کو بھی دیکھا ہے کسی نے کبھی بیدار
کہنے لگا مریخ ، ادا فہم ہے تقدیر — ہے نیند ہی اس چھوٹے سے فتنے کو سزاوار
زہرہ نے کہا اور کوئی بات نہیں کیا؟ — اس کرمکِ شب کور سے کیا ہم کو سروکار
بولا مہ کامل کہ وہ کوکب ہے زمینی — تم شب کو نمودار ہو، وہ دن کو نمودار
واقف ہو اگر لذت بیداری شب سے — اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پر اسرار
آغوش میں اس کی وہ تجلی ہے کہ جس میں — کھو جائیں گے افلاک کے سب ثابت و سیار
ناگاہ فضا بانگ اذاں سے ہوئی لبریز — وہ نعرہ کہ ہل جاتا ہے جس سے دل کہسار"(۸)

اس قطعے میں "سحر خیزی" اور "اذان" کا ایک ساتھ ذکر ہے۔ شب خیزی اور تہجد گزاری کی بڑی اہمیت ہے۔ علامہ اقبال کی شب بیداری اور سحر خیزی ایک دوسرا مفصل موضوع ہے۔ مگر چونکہ سکوت شب کے بعد اذان اعلام سحر ہے، اس لئے کلام اقبال میں ایسے تلازموں کی بھی کمی نہیں جن میں صدائے اذان کو اقبال نے ایک نئی سحر اور انقلاب نو کے مترادف استعمال کیا ہے۔ خطاب بہ "ملائے حرم" فرماتے ہیں :

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو　　تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام
تری نماز میں باقی جلال ہے نہ جمال　　تری اذاں میں نہیں ہے مری سحر کا پیام (۹)

سحر اقبال کیا ہے سحر انقلاب اسلامی۔ "ضرب کلیم" کے آغاز میں علامہ مرحوم نے بندۂ مومن کی پر انقلاب اذان کے ذکر کے ذریعے اس موضوع کو واضح فرما دیا ہے:

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز　　نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود　　ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا۔

مگر یہ امر قابل ذکر ہے کہ ایسی انقلاب آفریں، آئیڈیل اور مجاہدانہ "اذان" سننے کے لئے اقبال ساری عمر ترستے ہی رہے اور ان کی حسرت کئی اشعار کے لب و لہجہ سے ٹپک رہی ہے۔ البتہ خود انہوں نے اس حکم اذان سے سر پیچی نہیں کی جو قسام ازل کے دربار سے ان کے لئے صادر ہوا تھا۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں　　کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور (۱۰)
الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن　　ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

سُنی نہ مصر و فلسطین میں وہ اذاں میں نے　　دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں　　مجھے ہے حکم اذاں، لاالٰہ الا اللہ

نماز کی ہر رکعت میں رکوع و سجود کے وقت دو عظیم الشان تسبیحیں پڑھی جاتی ہیں: سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ۔ ضرورت شعری کے مطابق غالباً اقبال نے متعدد جگہ موخر الذکر تسبیح پر ہی اظہار خیال کیا ہے۔ دراصل یہ تسبیحیں اس لحاظ سے بڑی معنی خیز ہیں کہ مرد مومن خم ہوتے اور سجدہ ریزی کرتے ہوئے اللہ سبحانہ کی عظمت اور کبریائی کا ورد کرتا ہے اور گویا اس بات کا اقرار و اظہار بھی کرتا ہے کہ اس کی گردن صرف خالق کے آگے جھک سکتی ہے اور اس کا سر صرف اسی کے حضور زمین بوس ہو سکتا ہے۔ پس غور سے دیکھا جائے تو نماز کے جملہ مظاہر توحید سے تمسک اور مرد مومن کی شان بلند کے آئینہ دار ہیں۔ مگر

ان امور پہ ہر کہ و مہ کہاں غور کرے گا؟ سبحان ربی الاعلیٰ اقبال کی نظروں میں "مقام ذکر" ہے جو مقام فکر" سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

یہ ہیں سب ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام　　وہ جس کی شان میں آیا ہے علم الاسما
مقام ذکر کمالات رومی و عطار　　مقام فکر مقالات بو علی سینا
مقام فکر ہے پیمائش زمان و مکاں　　مقام ذکر ہے سبحان ربی الاعلیٰ

ذکر کی اہمیت بزبان اقبال ہی سن لیں۔

فقر قرآں اختلاط ذکر و فکر　　فکر را کامل ندیدم جز بذکر
ذکر؟ ذوق و شوق را دادن ادب　　کار جاں است ایں نہ کارِ کام و لب
خیزد از وی شعلہ ہای سینہ سوز　　با مزاج تو نمی سازد ہنوز

اس سے قبل اقبال کے ایسے بعض اشعار نقل ہو چکے جن میں انہوں نے برصغیر کے معاصر مسلمانوں کی بے روح اور کم شکوہ نمازوں پہ انتقاد کیا ہے۔ بعض اشعار میں یہی انتقاد سبحان ربی الاعلیٰ یا سجود و قیام کے ذکر میں بیان ہوا ہے، جیسے :۔

سجدۂ کز وی زمیں لرزیدہ است　　بر مدارش مہر و مہ گردیدہ است
ایں زماں جز سر بزیری ہیچ نیست　　اندرو جز ضعف پیری ہیچ نیست (۱۱)
آں شکوہ ربی الاعلیٰ کجا ست؟　　ایں گناہ اوست یا تقصیر ماست؟

از قیام بے حضور من مپرس　　از سجود بے سرور من مپرس
مرد آزادی چو آید در سجود　　در طوافش گرم رو چرخ کبود
ما غلاماں از جلالش بے خبر　　از جمالِ لازوالش بے خبر
از غلامی لذت ایماں مجو　　گرچہ باشد حافظِ قرآں مجو (۱۲)

نماز کے سلسلے میں (نماز با جماعت کے حوالے سے)، یہ بات بھی لائق ذکر ہے کہ اقبال نے

اسے مساوات آموز بھی قرار دیا ہے کیونکہ نماز کی صف بندی میں اس امر کا خیال نہیں رکھنا چاہیئے کہ کون کہاں کھڑا ہے یہاں چھوٹے بڑے کا امتیاز نہیں۔

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز | قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز | نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے | تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اذان" چونکہ نومولود کے لئے بھی دی جاتی ہے، لہذا اقبال نے اس سے ایک فکر انگیز تلازمہ پیدا کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک اذان اس وقت دی جاتی ہے جب انسان شکم مادر سے باہر آئے اور دوسری اس وقت جب وہ تسخیر جہات کر کے کشش ارضی سے باہر نکل جائے۔ البتہ دونوں اذانوں میں بے حد فرق ہے۔ پہلی لب و زباں کی مدد سے ادا کی جاتی ہے اور دوسری روح و رواں کی مدد سے۔ جاوید نامہ کے چند اشعار جو ان معانی کے حامل ہیں، ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

از طریق زادن ای مرد نکوی | آمدی اندر جہان چار سوی
ہم بروں جستن بزادن می توان | بندھا از خود کشادن می توان
زادن طفل از شکست اشکم است | زادن مرد از شکست عالم است
ہر دو زادن را دلیل آمد اذاں | آں بلب گویند و ایں از عین جان

اب نماز سے مربوط لفظیات پر مبنی اقبال کے بعض دیگر اشعار بھی دیکھ لئے جائیں۔

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محراب مسجد پر | یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

تا نبوت حکم حق جاری کند | پشت پا بر حکم سلطاں می زند
پختہ سازد صحبتش ہر خام را | تازہ غوغای دھد ایام را
مرد حق، افسون این دیر کہن | از دو حرف "ربی الاعلیٰ" شکن[۱۳]
چہ پرسی از نماز عاشقانہ | رکوعش چوں سجودش محرمانہ

تب و تاب یکی اللہ اکبر — نگنجد در نماز پنجگانہ

دو گیتی را صلا از قرأت اوست — مسلماں لایموت از رکعت اوست

نداند کشتۂ این عصر بی سوز — قیامتہا کہ در "قد قامت" اوست

بسوزد مومن از سوز وجودش — کشود ہر چہ بستند از کشودش

جلال کبریائی در قیامش — جمالی بندگی اندر سجودش

روزہ حج اور زکوٰۃ

ان ارکان اسلام اور عبادات کے بارے میں اقبال کے محاکمے زیادہ مفصل طور پر اشعار میں مشہود نہیں۔ البتہ نماز و عبادات کے سلسلے میں ان کا ایک انگریزی خطبہ بھی ہے، گو اس کے محتویات زیادہ تر فلسفیانہ نوعیت کے ہیں۔(۱۴)

روزے کے بارے میں اقبال نے مثنوی اسرار خودی میں لکھا ہے کہ یہ عبادت بھوک پیاس برداشت کرنے، صبر و شکیبائی اختیار کرنے اور موٹاپا کم کرنے میں معاون ہے۔ مگر اس کے روحانی فوائد بے حد و حساب ہیں۔ بہر طور "جان پاک" کے حصول میں اس عبادت(۱۵) کا فائدہ مسلم ہے اور جن مسلمانوں کی "طبع آزاد" پر قید رمضان گراں ہو، انہیں اپنے دعویٰ ایمان و وفا کے بارے میں خود سوچ لینا چاہیئے(۱۶) کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟

حج کی عبادت ہجرت کرنے کی تربیت دیتی ہے، عالم اسلام کے اتحاد کو ممکن بناتی ہے اور اس کے روحانی فوائد بہت زیادہ ہیں۔ زکوٰۃ دینے سے اکل حلال ملتی ہے۔ اس سے حب دولت میں کمی آتی ہے اور رباخواری اور سود جوئی کے بجائے ایک مسلمان اپنے دینی بھائیوں کی خدمت اور مدد کرنے کو اپنا شعار و دثار بنانے لگتا ہے۔ اقبال لکھتے ہیں کہ دولت کا وجود برا نہیں مگر دولت کی بڑھتی ہوئی حب و حرص بری ہے۔ حب دولت، دل کی موت پر منتج ہوتی ہے اور مال کی قربانی سے جی چرانے والے سے جان کی قربانی (جذبہ جہاد) کی توقع رکھنا عبث ہے۔ دولت کی بڑھتی ہوئی محبت اور موت کے بے جا خوف کو اقبال عصر حاضر کے مسلمانوں کے لئے عظیم فتنے قرار

دیتے ہیں۔ مثنوی رموزِ بیخودی میں اقبال نے حضور رسالتمآب سے یہ التماس کی تھی کہ برصغیر کے مسلمانوں کو خوفِ مرگ سے نجات دلوائی جائے[۱۷]۔ جاوید نامے کے آخری حصے میں بھی مضمون باندازِ دیگر بیان ہوا ہے[۱۸]۔ اقبال جوع الارض یا تسخیرِ آراضی کی خاطر جہاد و قتال کے موید نہ تھے مگر دفاع اور اصلاح کی خاطر جہاد کی ضرورت پر وہ بار بار زور دیتے رہے۔ انہوں نے ایران و ہند کے نام نہاد پیغمبران نو پر جو انتقادات لکھے ان میں ارکان اسلام سے ان کی بےاعتنائی کا خاص نوٹس لیا گیا ہے۔ چنانچہ ایران کے پیغامبر مظنون نے حج کو ایک بے سود عمل بتایا اور برصغیر کے نبی مزعوم نے جہاد کی تنسیخ کا اعلان کیا۔ اقبال فرماتے ہیں کہ جہاد اور حج نہ رہیں، تو نماز و روزہ کے فوائد بھی مفقود ہو جائیں گے۔ اسلام کے ارکان و عبادات کا باہمی ایسا تعلق ہے جیسے کسی عمارت کی اینٹوں کا ہوتا ہے ایک اینٹ کے ہٹ جانے سے عمارت کے حسن و استحکام میں کمی آجائے گی اور اینٹیں نکالتے نکالتے آخر کار عمارت کا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔ بہر حال ان زیر بحث موضاعات پر اقبال کے چند پُر اعجاز اشعار نقل کر دینا مناسب ہے۔

روزہ : روزہ بر جوع و عطش شبخوں زند   خیبرِ تن پروری را بشکند

حج : مومناں را فطرت افروز است حج   ہجرت آموز و وطن سوز است حج

طاعتی سرمایۂ جمعیتی   ربطِ اوراقِ کتابِ ملتی

زکوٰۃ : حبِ دولت را فنا سازد زکوٰۃ   ہم مساوات آشنا سازد زکوٰۃ

دل ز "حتّٰی تنفقوا" محکم کند   زر فزاید، الفتِ زر کم کند

ہیچ خیر از مردکِ زرکش مجو   لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا

نقشِ قرآں تا دریں عالم نشست   نقشہائے کاہن و پاپا شکست

با مسلماں گفت جاں بر کف بنہ   ہر چہ از حاجت فزوں داری بدہ

انتقاد بر ترکِ جہاد و حج

آنکہ بود اللہ او را ساز و برگ   فتنۂ او حبِ مال و ترسِ مرگ

رفت ازو آں مستی و ذوق و سرور
دین او اندر کتاب و او بگور

صحبتش با عصر حاضر در گرفت
حرف دیں را از دو پیغمبر گرفت

آں ز ایراں بود و ایں ہندی نژاد
آں ز حج بیگانہ و ایں از جہاد

تا جہاد و حج نماند از واجبات
رفت جاں از پیکرِ صوم و صلوات

روح چوں رفت از صلوٰۃ و از صیام
فرد ناہموار و ملت بی نظام

سینہ ہا از گرمیٔ قرآں تہی
از چنیں مرداں چہ امید بہی؟

ای کہ می نازی بہ قرآنِ عظیم
تا کجا در حجرہ می باشی مقیم؟

در جہاں اسرار دیں را فاش کن
نکتہ شرع مبیں را فاش کن

کس نگردد در جہاں محتاج کس
نکتۂ شرع مبیں ایں است و بس

شعائرِ اسلام

شعائرِ اسلام میں سے بھی بعض کے بارے میں دانائے راز کے خرد افروز نکات حکمت ملتے ہیں مثلاً قرآن مجید، احادیث نبوی، بیت الحرام، عیدین اور ہلال وغیرہ کے سلسلے میں۔

قرآن مجید، مسلمانوں کا ابدی دستورِ حیات ہے اور اقبال کے پیغام کا معتدبہ حصہ رجوع الی القرآن کی دعوت پر مشتمل ہے۔ اقبال فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تعلیمات ہر عصر کے تقاضوں کی ہادی رہی ہیں اور آئندہ بھی رہیں گی۔ مگر افسوس کہ مسلمان ترکِ قرآن کر چکے اور ان کے زوال و انحطاط کا بڑا سبب یہی امر ہے۔ نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مزکیِ انسانیت اور معلم کتاب و حکمت تھے۔ آپ کی صحیح احادیث جو ہم تک پہنچیں وہ قرآن مجید کے مشکل مقامات کی گرہ کشا ہیں اور کتاب الٰہی کے بعض مجمل اشاروں کی تفصیل بھی ان ہی کے ذریعے ہمیں ملتی ہے۔ اسی مناسبت سے اقبال کتاب (قرآن مجید) کو قلب مومن کی قوت قرار دیتے ہیں اور حدیث (حکمت) کو ملت کی شہ رگ۔

قلب مومن راکتابش قوت است — حکمتش حبل الورید ملت است
دامنش از دست دادن مردن است — چون گل از باد خزاں افسردن است
زندگی قوم از دم او یافت است — ایں سحر از آفتابش تافت است
فرد از حق ملت از وی زندہ است — از شعاع مہر او تابندہ است

مکۂ مکرمہ میں واقع کعبۃ اللہ یا بیت الحرام، مسلمانوں کا قبلہ ہی نہیں، ان کی ملیت اور مرکزیت کا نقطۂ ماسکہ بھی ہے۔ حج کا عظیم الشان اجتماع ہر سال لاکھوں مسلمانوں کی دید و باز دید کا سامان بہم پہنچاتا ہے اور اس کے ذریعے اتحاد بین المسلمین کا کام بالواسطہ طور پر جاری رہتا ہے۔ اقبال بیت الحرام کی مرکزیت پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کے ذریعے مسلمان اپنی صفوں میں اتحاد و یکجہتی پیدا کریں۔

قوم را ربط و نظام از مرکزی — روزگارش را دوام از مرکزی
راز دار و راز ما بیت الحرام — سوز ما ہم ساز ما بیت الحرام
ملت بیضا ز طوفش ہم نفس — ہمچو صبح آفتاب اندر قفس
تو ز پیوند حریمی زندہ ای — تا طواف او کنی پایندہ ای
در جہاں جان امم جمعیت است — در نگر سرّ حرم جمعیت است
پیرہن را جامۂ احرام کن — صبح پیدا از غبار شام کن
مثل آبا غرق اندر سجدہ شو — آنچناں گم شو کہ یک سر سجدہ شو

عیدین کی نمازیں عبادات کے زمرے میں آتی ہیں مگر ان دنوں میں بعض ثقافتی مراسم بھی انجام پذیر ہوتے ہیں۔ اقبال عیدین کی خوشیوں کے قائل تھے اور ہلال عید الفطر کو موجب مسرت مانتے تھے، مگر برصغیر کے مخصوص حالات نے گویا ان کی خوشی چھین رکھی تھی۔ انہوں نے کئی جگہوں میں لکھا ہے کہ عیدین آزاد لوگوں کی ہوتی ہیں اور خدائے تعالیٰ کو آزاد افراد کی تکبیریں ہی قبول ہیں (۱۹) یہ تبصرہ اقبال کی مذمت و نفرت غلامی کا غماز ہے۔ قرآن مجید میں ہلال کو وقت تعین کرنے اور

عبادات و مراسم دینی کے اوقات و ایام مقرر کرنے کا ایک ذریعہ بتایا گیا ہے(۲۰) ۔ مگر مسلمانوں کا سواد اعظم علامت ہلال کو ایک قومی علامت (نشان) بھی مانتا رہا ہے ۔ ترکوں نے اس کے ساتھ خاص طور پر اعتنا برتا ہے ۔ اقبال نے بھی اپنے ترانہ ملی میں ارشاد فرمایا ہے کہ

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں　　خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

غازی عبدالرحمن کے نام اپنے خط مورخہ ۱۲ رمئی ۱۹۱۶ء میں اقبال نے اس قومی نشان کے بارے میں یوں لکھا تھا :

" نشانِ ہلال کی تاریخ میں اختلاف ہے ۔ جہاں تک مجھے علم ہے یہ نشان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے عہد میں مروج نہ تھا ۔ بعض مغربی مورخین نے لکھا ہے کہ یہ فتح قسطنطنیہ سے شروع ہوا ۔ بعض سلطان سلیم کے عہد سے بتاتے ہیں ۔ ترکوں کو اس کی ترویج سے کوئی تعلق نہیں ۔ غالباً صلیبی لڑائیوں کے زمانے میں اور کچھ عجب نہیں کہ صلاح الدین ایوبی کے زمانے سے اس کا آغاز ہوا ہو ۔ صلاح الدین ایوبی ترک نہ تھے ، کرد تھے ۔ سنی دنیا اس نشان کو اپنا قومی نشان تصور کرتی ہے ۔ ایران کا نشان اور ہے " ۔ (۲۱)

اس مقالے کی گذشتہ سطور میں بالاجمال بعض عبادات اور شعائر اسلامی کے سلسلے میں اقبال کے دقیق و عمیق تفکر کی طرف اشارے کر دیئے گئے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبال کے نزدیک دین خصوصاً دین اسلام ، قوت و شکوہ اور پیش رفت و بیداری کا مظہر ہے لہذا اس دین کے شعائر اور عبادات سے بھی یہ امور مترشح ہونے ضروری ہیں :

رنج بی گنج است تقدیر این چنین　　گنج بی رنج است تقدیر این چنین
اصل دین این است اگر ای بی خبر　　می شود محتاج از و محتاج تر
وای آن دینی که خواب آرد ترا　　باز در خواب گران دارد ترا
سحر و افسون است یا دین است این　　حب افیون است یا دین است این؟

گر صاحب ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب　　دیں بندہ مومن کے لئے موت ہے یا خواب

اے وادیٔ لولاب

بیدار ہوں دل جس کی آہِ سحری سے — اس قوم میں مدت سے وہ درویش ہے نایاب

اے وادیٔ لولاب (۴۲)

مصادر اور توضیحات

۱۔ مثنوی پس چہ باید کرد، کلیاتِ اقبال فارسی، لاہور، ۱۹۷۳ء، صفحہ ۸۱۳، ۸۱۵

۲۔ ضربِ کلیم، کلیاتِ اقبال اُردو، لاہور، ۱۹۷۳ء، صفحہ ۴۹۹۔

۳۔ ایضاً، صفحہ ۵۶۷۔

۴۔ ارمغانِ حجاز، کلیاتِ اقبال فارسی، صفحہ ۸۹۹۔

۵۔ ہے یہی میری نماز، ہے یہی میرا وضو — میری نواؤں میں ہے میرے جگر کا لہو

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ — کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو

کلیاتِ اقبال اردو صفحہ ۳۸۳، ۶۵۴ بالترتیب۔

۶۔ اہلِ حق را رمزِ توحید ازبر است — در "آتی الرحمٰن عبداً" مضمر است

کلیاتِ اقبال فارسی، صفحہ ۹۱۔

ISLAMIC RESEARCH ... LIBRARY

۷۔ ایضاً، صفحہ ۳۲۷۔

۸۔ بالِ جبریل، کلیاتِ اقبال اُردو، صفحہ ۳۲۷۔

۹۔ ضربِ کلیم، ایضاً صفحہ ۴۸۶۔

۱۰۔ فارسی میں ہے:

عقلِ خود بیں دگر و عقلِ جہاں بیں دگر است — بالِ بلبل دگر و بازوئے شاہیں دگر است

۱۱۔ کلیاتِ اقبال فارسی، صفحہ ۷۸۹۔

۱۲۔ ایضاً صفحہ ۸۲۳۔

۱۳۔ ایضاً صفحہ ۸۰۸ و ۸۰۹ ۔

۱۴۔ انگریزی خطبات "اسلام میں دینی فکر کی تشکیل نو" کا خطبہ سوم ۔

۱۵۔ بال جبریل میں ہے :

وہ شے کچھ اور ہے کہتے ہیں جانِ پاک جسے   یہ رنگ و نم یہ لہو، آب و ناں کی ہے بیشی

۱۶۔ طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے   تمہیں کہہ دو یہی آئینِ وفاداری ہے؟

۱۷۔ ای ترا ما بیچارگاں را ساز و برگ   وارہاں این قوم را از ترسِ مرگ

۱۸۔ کثرتِ نعمت گداز از دل برد   ناز می آرد نیاز از دل برد

سال‌ها اندر جہاں گردیدہ ام   نم بچشم منعماں کم دیدہ ام

۱۹۔ خزاں میں مجھ کو رلاتی ہے یادِ فصلِ بہار   خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہوں میں

پیامِ عیش و مسرت ہمیں سناتا ہے   ہلالِ عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے

شکوۂ عید کا منکر نہیں ہوں میں لیکن   قبولِ حق ہیں فقط مردِ حُر کی تکبیریں

عیدِ آزاداں شکوہِ ملک و دیں   عیدِ محکوماں ہجومِ مومنیں

۲۰۔ قرآن مجید، آیہ ۱۸۹، سورہ ۲۵ ۔

۲۱۔ اقبال نامہ، ج ۱، طبع لاہور، ۱۹۴۵، صفحہ ۳۳۶ - ۳۳۷ ۔

۲۲۔ ارمغانِ حجاز، کلیات اقبال اردو صفحہ ۶۷۶، ۶۷۷ ۔